4

مومن کو روحانیت کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کو درست کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے

(فرمودہ 18 فروری 1949ء راولپنڈی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ مغز ہی اصل چیز ہوا کرتی ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ کسی چھلکے کے بغیر کوئی مغز تیار نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مغز بغیر چھلکے کے تیار ہوسکتا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ مغز کا قیام چھلکے کے ساتھ وابستہ ہے۔ میں ایک دفعہ سندھ گیا وہاں ایک عزیز کے ہاں میری دعوت تھی۔ ایک ہندو بھی وہاں تھا۔ اس سے میں نے پوچھا تم ہندوستان کیوں نہیں گئے؟ اس نے کہا یہاں امن ہے۔ جو لوگ یہاں سے چلے گئے ہیں انہوں نے غلطی کی ہے۔ مسلمانوں سے میرے اچھے تعلقات ہیں اور مجھے یہاں کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ مجلس میں سے کسی نے کہا کہ یہ دوست اسلام کی تحقیق کر رہے ہیں اور ایک حد تک اسلام کی طرف مائل ہیں۔ اِس پر میں نے اُس ہندو سے کہا جب آپ اسلام کی تحقیقات کر رہے ہیں اور ایک حد تک آپ نے اس کی صداقت کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے تو آپ آگے قدم کیوں نہیں بڑھاتے؟ اگر آپ

اسلام کی صداقت کے قائل ہیں تو پھر آپ اسے مانتے کیوں نہیں؟ اس ہندو نے کہا مجھے میرے گُرو نے سکھایا ہے کہ دین دل کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ جب کسی چیز سے دل کا تعلق ہو جاتا ہے تو یہ امر انسان کے لیے کافی ہے۔ میرا گُرو بھی خدا کی ہی باتیں سناتا ہے۔ پس جب میں نے اسلام کے ساتھ دل سے تعلق پیدا کرلیا اور مجھے اس سے محبت بھی ہے تو یہ کافی ہے۔ ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے اُس سے کہا کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں میری شادی ہو چکی ہے۔ میں نے کہا تمہارے بچے بھی ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں میرے بچے بھی ہیں۔ میں نے کہا کیا تم نے کبھی اپنے بیوی اور بچوں سے پیار بھی کیا ہے؟ اس پر وہ کہنے لگا اپنے بیوی بچوں سے تو لوگ پیار کیا ہی کرتے ہیں۔ میں نے کہا کیا تمہارے دل میں ان کے لیے محبت ہے؟ اس نے کہا ہاں میرے دل میں ان کے لیے محبت ہے۔ میں نے کہا اگر تمہارے دل میں تمہارے بیوی بچوں کی محبت ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ دل میں کسی چیز کی محبت کا ہونا کافی ہے تو پھر تم اپنے بیوی بچوں سے پیار کیوں کرتے ہو؟ دل کی محبت کو ہی کافی کیوں نہیں سمجھتے؟ اور اگر تم اپنے بیوی بچوں کے لیے اپنے دل کی محبت کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ظاہر میں بھی اُن سے پیار کرنا چاہتے ہو تو پھر خدا تعالیٰ کے لیے یہ بات کیسے کہتے ہو کہ اُس سے دل میں تعلق ہے اس لیے ظاہری عبادت کی ضرورت نہیں۔ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوا۔

بہرحال ظاہر بھی ایک حقیقت رکھتا ہے جیسا کہ باطن حقیقت رکھتا ہے۔ اگر ہم نے مغز پر زور دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر کی کوئی حقیقت نہیں۔ مغز اپنی جگہ پر قیمت رکھتا ہے اور ظاہر اپنی جگہ پر قیمت رکھتا ہے۔ اسلام نے جو احکام دیئے ہیں یا جو باتیں عقلی طور پر ان کے نتیجہ میں سمجھی جاتی ہیں وہ ساری کی ساری ایسی ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے ورنہ صحیح نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صفیں سیدھی کرلو ورنہ دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔1 اب دیکھو صفوں کے سیدھا ہونے کا دلوں کے ٹیڑھا ہو جانے کے ساتھ کوئی ظاہری تعلق نہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صفیں سیدھی کرو ورنہ دلوں کے ٹیڑھا ہو جانے کا خطرہ ہے اور آپ اس پر عمل بھی کرواتے تھے۔ اِسی طرح باقی احکام ہیں۔ اگر ہم انہیں رسم کہہ کر چھوڑتے چلے جائیں تو یہ بات ہمیں اسلام سے بہت دور

لے جائے گی۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت تھی کہ آپ قبلہ رخ ہو کر اذان دینا سکھاتے تھے اور اِسی پر عمل کرواتے تھے۔ اب لاؤڈ سپیکر کے نکل آنے کی وجہ سے ایک غلط طریق نظر آتا ہے کہ جدھر چاہا منہ کر کے اذان دے دی اور کہہ دیا اذان ہی دینی ہے جدھر چاہا منہ کر کے دے دی۔ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔ اُمِّ طاہر جب بیمار تھیں اور ہسپتال میں ان کا آپریشن ہوا تھا تو چونکہ آپریشن کے بعد زخموں میں یا دوائیوں سے بُو آنے کا ڈر ہوتا ہے اس لیے ڈاکٹر عام طور پر، او۔ڈی کلون (Eau De Cologne) ایسے بیماروں کے گرد یا چہرہ یا سر پر چھڑکتے رہتے ہیں۔ ان کو بھی ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ آپ او۔ڈی کلون منگوا کر پاس رکھیں اور وقتاً فوقتاً چھڑکتے رہیں۔ جنگ کی وجہ سے چیزیں بازار سے نہیں ملتی تھیں اس لیے جو آدمی بازار گئے وہ او۔ڈی کلون نہ لا سکے۔ اس لیے میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو ساتھ لے کر او۔ڈی کلون کی تلاش میں نکلا۔ مجھے یاد ہے ہم ایک بڑی ڈاکٹری اَدویہ کی دکان پر گئے۔ اس کے مالک سے جو سکھ تھا ہم نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس او۔ڈی کلون ہے؟ اس نے کہا ہاں میرے پاس او۔ڈی کلون ہے اور ایک بوتل لا کر ہمیں دکھائی۔ میں نے وہ بوتل دیکھی اور کہا کیا یہ اصلی چیز ہے؟ اس بوتل پر لیبل تو تمہارا اپنا لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا آپ کو تو او۔ڈی کلون چاہیے خواہ اس پر لیبل کوئی لگا ہو۔ میں نے وہ بوتل کھولی تو اس میں وہ خوشبو نہیں تھی جو او۔ڈی کلون میں ہوا کرتی ہے۔ او۔ڈی کلون کا بڑا جزو سنگترے کا تیل ہوتا ہے۔ میں نے اس دکاندار سے کہا اس بوتل سے مصنوعی مشک کی خوشبو آتی ہے او۔ڈی کلون کی خوشبو نہیں آتی۔ اس پر وہ کہنے لگا بُو ہی چاہیے کوئی ہو (وہ لوگ خوشبو کو بھی بُو کہتے ہیں)۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو احکامِ شریعت کو یہ کہہ کر پسِ پُشت ڈال دیتے ہیں کہ حکم پر عمل کرنا ہے خواہ کسی طرح ہو۔ بہرحال اذان دینے کا وہ طریق درست نہیں جو اِس وقت اختیار کیا گیا ہے۔

پھر خطبہ کا یہ طریق ہوتا ہے کہ مخاطب امام کی طرف رُخ کر کے بیٹھے ہوں اور اس کی طرف متوجہ ہوں[2] لیکن آج پہلے قبلہ رُخ کر کے صفیں بنوا دی گئیں اور پھر امام کو یہاں سٹیج پر لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ امام یہاں سٹیج پر کھڑا ہے اور مخاطب دوسری طرف منہ کیے صفیں باندھے بیٹھے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے انہیں خطبہ کی طرف کوئی رغبت ہی نہیں اس لیے وہ دوسری طرف متوجہ ہیں۔ اگر صفوں کے سیدھا نہ ہونے کی وجہ سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں تو آج جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے

یعنی امام یہاں سٹیج پر کھڑا ہے اور مخاطب دوسری طرف متوجہ ہیں اس سے بھی دل ٹیڑھے ہونے کا خطرہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اگر لوگوں کی قبلہ رُخ کر کے صفیں بنوا دی گئیں تھیں تو امام کو بھی وہاں کھڑا کیا جاتا۔لیکن اگر امام کو خطبہ کے لیے اسٹیج پر کھڑا کیا تھا تو پھر مخاطبین کو بھی اِس طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہیے تھا اور اِسی طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا۔جب امام خطبہ پڑھ کر مصلّٰی پر جاتا تو پھر صفیں سیدھی کر لی جاتیں۔ اول تو لاؤڈ سپیکر کی کیا ضرورت تھی؟ بھلا یہ کونسا بڑا مجمع ہے۔ ہم نے تو کئی کئی ہزار کے مجمع میں تقریریں کی ہیں۔ پس لاؤڈ سپیکر کے بغیر خطبہ ہوسکتا تھا۔اگر لاؤڈ سپیکر ہی لگانا تھا تو پھر جب امام نماز پڑھانے کے لیے جاتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور صفیں سیدھی کر لیتے۔

بہرحال ظاہر اور باطن دونوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ نہ صرف ظاہر کفایت کرسکتا ہے اور نہ صرف باطن سے کام چل سکتا ہے۔ بلکہ بیک وقت دونوں کی اصلاح ضروری ہوتی ہے۔جس طرح صرف ظاہری نماز روزہ کا کوئی فائدہ نہیں اِسی طرح صرف باطنی نماز اور روزہ کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس ایک بڈھا دوائی لینے آیا کرتا تھا اور وہ متواتر چھ سات ماہ تک آتا رہا۔ میں اور میر محمد اسحاق صاحب اُن دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے پڑھا کرتے تھے۔ ہمارے لیے یہ عجیب بات تھی کہ وہ ہمیشہ ہی دوائی لینے آجاتا ہے۔ایک دن ہم نے اُس سے پوچھا کہ تم روز یہاں آتے ہو۔اگر تمہارا علاج ٹھیک نہیں ہو رہا تو پھر یہ علاج چھوڑ دو اور کسی اَور طبیب سے علاج کراؤ۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول اُن دنوں عموماً زکام کے مریضوں کے لیے نسخہ جات میں شربت بنفشہ لکھا کرتے تھے۔ اُس بڈھے نے کہا چونکہ مجھے یہاں شربت پینے کو مل جاتا ہے اس لیے میں روز دوائی لینے آجاتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اُسے کئی دفعہ نماز پڑھنے کی نصیحت کی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ آپ کی نماز بھی کوئی نماز ہے؟ مسجد میں نماز پڑھنے گئے اور پھر سلام پھیر کر باہر آ گئے۔جس چیز سے عشق ہو بھلا وہاں سے کوئی باہر بھی آیا کرتا ہے۔ہم نے تو جس دن سے اپنے پیر کی مریدی کی ہے ہم نماز پڑھ رہے ہیں اور اُس دن سے نماز توڑی ہی نہیں۔اور جب ہم نے نماز توڑی ہی نہیں تو پھر نئی نماز شروع کرنے کا سوال ہی کس طرح پیدا ہوسکتا ہے۔

غرض یاد رکھو کہ صرف باطن کوئی چیز نہیں جب تک ظاہر نہ ہو صحیح روحانی کیفیت پیدا نہیں

ہوتی بلکہ اس کے نتیجہ میں کبھی مداہنت پیدا ہوتی ہے اور کبھی انسان ریاء کی طرف چلا جاتا ہے۔ جو لوگ قشر کی طرف چلے جاتے ہیں اُن میں صرف رِیاء ہی رِیاء پایا جاتا ہے۔ مثلاً نماز پڑھنا کتنی اچھی بات ہے لیکن ہزاروں ہزار نمازی ایسے ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ۔3 ہلاکت ہے ایسے نمازیوں پر جو اپنی نماز سے غافل ہیں اور صرف رِیاء کے طور پر نمازیں پڑھتے ہیں۔ نماز سے درحقیقت انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ لوگ اگرچہ نمازیں پڑھ رہے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ وہ صرف دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ ظاہر میں وہ سجدہ کرتے ہیں، ظاہر میں وہ قیام کرتے ہیں، ظاہر میں وہ قعود کرتے ہیں لیکن یہ ساری کی ساری باتیں دکھاوے کے لیے کرتے ہیں۔ پھر بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہہ دیتے ہیں ہم باطن میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ باطن تو کسی نے دیکھا نہیں اور اس طرح وہ دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مومن کو ظاہر اور باطن دونوں کے درست کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ کوئی نماز، نماز نہیں جب تک اُس کے ساتھ دل شامل نہ ہو اور کوئی نماز، نماز نہیں جب تک اُس کے ساتھ جسم شامل نہ ہو۔ دل کے ساتھ اگر ذکرِ الٰہی کر لو اور ظاہری طور پر نماز نہ پڑھو تو وہ کچھ بھی نہیں۔ اِسی طرح اگر ظاہری طور پر نماز پڑھی جائے لیکن دل اس میں شامل نہ ہو تو وہ بھی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ کی ایک صاحبزادی تھیں۔ ان کے بھائی سید عبدالغنی شاہ صاحب انہیں ہر جمعہ ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے بھائی سے کہا میں نے دیکھا ہے نماز میں جتنا لطف آتا ہے اُس سے کہیں زیادہ لطف ذکرِ الٰہی میں آتا ہے۔ اس لیے میں ذکرِ الٰہی لمبا کرتی ہوں۔ سید عبدالغنی شاہ صاحب نے جواب دیا یہ طریق اچھا معلوم نہیں ہوتا اس سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ جو ظاہر شریعت نے بتایا ہے وہی ضروری ہے۔ ہوتے ہوتے انہوں نے ایک دن کہہ دیا کہ میں نے سنتیں پڑھنی بھی چھوڑ دی ہیں کیونکہ ذکرِ الٰہی میں زیادہ لُطف آتا ہے اور میں وہ وقت بھی ذکرِ الٰہی میں خرچ کرتی ہوں۔ ان کے بھائی نے کہا تم کسی دن فرض پڑھنا بھی چھوڑ دو گی۔ آخر ایک دن جب وہ اپنی بہن کو ملنے گئے تو اُس نے کہا فرض نماز میں بھی وہ مزا

نہیں آتا جو ذکرِ الٰہی میں آتا ہے۔ انہوں نے کہا دیکھو یہی ثبوت ہے اِس بات کا کہ یہ شیطان ہے جو تمہیں خدا تعالیٰ کے رستہ سے ہٹانا چاہتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ تم لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا ورد کیا کرو۔ انہوں نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن جب ان کے بھائی انہیں ملنے گئے تو انہوں نے کہا آپ نے مجھے بہت اچھا نسخہ بتایا تھا۔ میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ ایک بندر بیٹھا ہے جس کے متعلق میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ شیطان ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو تم سے ساری نمازیں چُھڑا دینی تھیں لیکن تمہارا بھائی بہت چالاک ہے۔ اس نے تمہیں میرے قبضہ سے چُھڑا لیا۔ اب بظاہر تو اس نے یہ بتایا تھا کہ ذکرِ الٰہی ہی اصل چیز ہے، کھڑا ہونا بھی تو عبادت ہے اور جب عبادت اصل چیز ہے اور وہ ویسے بیٹھ کر بھی کی جا سکتی ہے تو پھر قیام، رکوع، سجود اور قعود کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اس طرح زنگ لگتے لگتے انسان کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے۔

پس اپنے اندر عزم پیدا کرو اور ظواہر کو بھی قائم کرو۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باطن پر زیادہ زور دیا ہے۔ اس لیے ہماری جماعت میں ظاہر پر عمل کرنے کی عادت کم ہوتی جا رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں صحابہؓ جتنے روزے رکھتے تھے اُتنے ہماری جماعت نہیں رکھتی۔ صحابہؓ جتنی نمازیں پڑھتے تھے وہ ہماری جماعت میں نہیں پائی جاتیں۔ ہمارے نوجوانوں میں تہجد اور نوافل پڑھنے کی عادت بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایسے نوجوان عام پائے جاتے تھے جو تہجد اور نوافل باقاعدہ پڑھتے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ آجکل لوگ عموماً یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اصل چیز تو دل کی محبت ہے۔ باقی سب چیزیں ظاہری ہیں جن کی خاص ضرورت نہیں۔ روحانیت کی مثال دودھ کی سی ہے۔ کیا دودھ بغیر پیالے کے رہ سکتا ہے؟ پیالہ ہوگا تو دودھ باقی رہے گا۔ اِسی طرح بے شک باطن ہی اصل چیز ہے لیکن وہ ظاہر کے بغیر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کا باطن خدا تعالیٰ کی محبت سے معمور تھا کیا انہوں نے نمازوں میں کمی کر دی تھی؟ آپ کی نمازوں کے متعلق تو آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ نماز پڑھتے پڑھتے اُن کے پاؤں سُوج جاتے ہیں تو آپ نے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰہ ! آپ اتنی لمبی نمازیں کیوں پڑھتے ہیں؟ کیا خدا تعالیٰ نے آپ

سے وعدہ نہیں کیا کہ اس نے آپ کے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں؟ آپ نے فرمایا اَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۔4 عائشہ! اگر خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے تو کیا میرا فرض نہیں کہ میں اس کا اَور زیادہ شکر یہ ادا کروں؟ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اپنے عظیم الشان مرتبہ کے پھر بھی نماز پڑھتے ہیں، فرض پڑھتے ہیں، سنتیں پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی نوافل اور ذکرِ الٰہی سب جاری رکھتے ہیں تو ہمارا یہ خیال کر لینا کہ ہم ان کے بغیر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیں گے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ جو چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لیے ضروری ہیں وہ چیزیں اُن سے کہیں زیادہ ہمارے لیے ضروری ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل روحانیت سے معمور تھا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بلند مرتبہ حاصل تھا۔ اگر آپ کو باوجود ان باتوں کے ظاہری عبادتوں کی ضرورت تھی تو ہمارے لیے تو ان کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم صرف چھلکے کو ہی کافی نہ سمجھ لیں کیونکہ کسی کام کو صرف ظاہری طور پر کر لینا اور باطن کا خیال نہ رکھنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً نماز ہے۔ نماز صرف ظاہری طور پر پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دل بھی اس میں شامل ہو۔ صرف سر اٹھانا اور گرا لینا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

پس یہ ضروری ہے کہ جہاں تم ظاہر کی اصلاح کے لیے کوشش کرو وہاں باطن کے لیے بھی کوشش کرو۔ جب تم ظاہر اور باطن دونوں کو ملاؤ گے تو پھر وہ چیز پیدا ہوگی جس سے تم محسوس کرنے لگو گے کہ تمہارے اندر کوئی نئی چیز پیدا ہوگئی ہے۔ دنیا میں معمولی سے معمولی تغیر پیدا ہوتا ہے تو وہ ہمیں محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً جگر بڑھ جاتا ہے یا تلی بڑھ جاتی ہے تو انسان کہنے لگتا ہے مجھے بوجھ سا معلوم ہوتا ہے۔ انسان بیٹھتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اسے بیٹھنے میں کوئی روک محسوس ہوئی ہے۔ مثانہ میں پتھری پیدا ہو جاتی ہے تو پیشاب کرتے ہوئے انسان اُس کو محسوس کرتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں جب پیدا ہو کر انسان کے اندر ایک احساس پیدا کر دیتی ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو اور پھر اُس کا احساس پیدا نہ ہو۔ جب بھی کوئی چیز انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے اُس کا احساس بدل جاتا ہے۔ اِسی طرح جب اُس کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو اُسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی نئی چیز پیدا ہوگئی ہے۔ اس کا خدا تعالیٰ پر یقین بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب وہ اس کے آثار دیکھتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ ایک نئی برکت والی

چیز ہے عذاب والی نہیں۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب ظاہر اور باطن دونوں ایک ہی ہوں۔ روحانیت بھی ایک بچہ ہے۔ جس طرح بچہ کے لیے روح اور جسم دونوں چیزوں کی ضرورت ہے اِسی طرح روحانیت کے لیے بھی ظاہر اور باطن دونوں کی ضرورت ہے۔ جب یہ دونوں چیزیں آپس میں ملتی ہیں تو ان سے رؤیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے، عرفان پیدا ہوتا ہے، محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوتا ہے۔ اِن دونوں چیزوں سے ہی ایمان کامل ہوتا ہے اور ہماری جماعت کو ان دونوں کے پیدا کرنے اور ان کو زیادہ سے زیادہ مکمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے''۔

(الفضل 20 جولائی 1949ء)

1: نسائی کتاب الْاِمامة باب کَیْفَ یقوم الْاِمَامُ الصفوف

2: ترمذی ابواب الجمعة باب ما جاء فی استقبال الامام اذا خطب

3: الماعون: 5 تا 8

4: بخاری کتاب التهجد باب قیام النبی صلی الله علیه وسلم اللَّیْلَ میں ''اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا '' کے الفاظ ہیں، مصنف ابن ابی شیبة کتاب الصلوات باب الرَّکوع والسّجود اَفْضَلُ اَم القیام حدیث نمبر 8347 میں ''اَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا'' کے الفاظ ہیں۔